اداریہ:

عہد حاضر اور ہم

اللہ نے انسان کی تخلیق کے ساتھ اسے بہترین انسان بنانے کے لئے تعلیم و تربیت کا انتظام بھی فرمایا تاکہ انسان حقیقی معنوں میں ''خلیفہ'' اور احسن تقویم کا مظہر ہو۔ سونا کتنی ہی اعلیٰ کوالٹی کا کیوں نہ ہو، ہیرا کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو جب تک سنار اور جوہری اسے تراشتا و سنوارتا نہیں اس کا حسن نکھرتا نہیں ہے، یہی حال انسانی تربیت کا ہے۔

قرآن سے چار مقاصد بعثت نبوی ﷺ معلوم ہوتے ہیں، جو دعاء ابراہیمی کا مظہر اور امت مسلمہ پر احسان (مَنَّ) کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں۔ ۱۔ تلاوت کلام اللہ، ۲۔ تزکیہ یعنی فکری تربیت، ۳۔ احکامات الٰہیہ کی تعلیم، ۴۔ حکمت و بصیرت کی تعلیم۔

یہ مقاصد انسان کی فطرت کے مطابق ہیں اور ''فطرت اللہ'' کے قریب لانے کا ذریعہ ہیں،

قرآن حکیم میں ارشادِ مبارک ہے:

لَقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم (۱)

''ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا ہے''۔

ابن العربی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے انسان سے بڑھ کر کوئی خوبصورت چیز پیدا نہیں کی، اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرکے اسے ان عظیم صفات سے متصف فرمایا، اسے حی، عالم، قادر، صاحب ارادہ، معلم، سننے والا، صاحب بصیرت مدبر اور حکیم بنایا'' (۲) انسان سونا ہے بلکہ ہیرا ہے لیکن جب تک سنار اور جوہری اسے تراشتا و سنوارتا نہیں، اسے صیقل نہیں کرتا وہ نکھرتا نہیں، یہی حال انسانی تربیت کا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں انسان کے اندر بیرونی جہاں کی تمام خصوصیات ودیعت رکھی گئی ہیں، اس کے اندر عالم روح کے نازک حقائق بھی موجود ہیں اور عالم

خلق کے اہم عناصر بھی اسی طرح نفس ناطقہ بھی موجود ہے، جو خود عالم عناصر کی پیداوار ہے۔ انسان کی اسی جامعیت کے سبب کائنات کی تمام خصوصیات اس میں موجود ہیں۔اس کے اندر مَلَکِی (فرشتوں کی) صفات بھی موجود ہیں، اور درندوں کی خصوصیات بھی۔ چوپاؤں کی کیفیتیں بھی پائی جاتی اور شیطانی خبائث بھی۔ یہ ان صفات الٰہیہ سے متصف ہے، جو حیات علم قدرت ارادہ سمع بصر کلام اور محبت سمیت صفات الٰہیہ کا پرتو ہیں۔ یہ نور عقل سے مزین ہے۔ یہ انوار ظلی اور انوار حقانیہ و ذاتیہ کا مورد ہے۔ انہیں خصوصیات کے سبب اسے خلعت خلافت عطا کی گئی اور اسی سبب سے اسے انی جاعل فی الارض خلیفہ (۳) (میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں) فرمایا گیا۔ جو صفات اوپر بیان ہوئی ہیں۔ تمام صفات انسانوں میں پیدائشی طور پر موجود ہیں۔ مگر بالقوہ، بالفعل نہیں۔ ان میں مفید اور مثبت صفات کو روبہ عمل لانا اور انہیں متحرک کرنا نیز منفی صفات اور ان کے مقتضائے عمل کو دبانا ہی منشائے خداوندی ہے۔ یہی حکم خداوندی بھی ہے اور یہی غرض و غایت اولیں بھی۔ (۴)

دین حنیف کے داعی اکبر ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ جب مرکز ملت اور مرکز توحید کعبۃ اللہ کی بنیادیں اٹھا چکے تھے، اس وقت انہوں نے اللہ عزوجل سے اہل عرب میں ایک نبی مبعوث کئے جانے کی دعا فرمائی:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ ايٰتِكَ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ٥ (۵)

"اے ہمارے پروردگار، ان کے اندر انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے، جو انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے، اور ان کے نفس کا تزکیہ کرے۔"

گویا یہ تعمیر کعبہ کے بعد مزدور کی مزدوری کے معاوضہ کا مطالبہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعمیر کے بعد اپنی آئندہ نسل کی فلاح دنیا و آخرت کے واسطے حق تعالیٰ سے دعاء کی کہ میری اولاد میں ایک رسول بھیج دیجئے، جو ان کو آپ کی آیات تلاوت کر کے سنائے، کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کو ظاہری و باطنی آلائشوں سے پاک وصاف

کردے۔ حدیث میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا قبول ہوئی اور حق تعالیٰ کی طرف سے آپ کو یہ جواب ملا کہ یہ رسولِ اعظم رسالت عظمیٰ کے منصب جلیلہ پر فائز ہو کر آخری زمانے میں مبعوث ہوں گے۔ اسی بنا پر جب آپ ﷺ خاتم النبیین بن کر تشریف لائے تو روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ میں تمہیں بتاؤں کہ میں کون ہوں؟

أنا دعوةُ أبی إبراهیمؑ، وبشارة عیسیٰؑ و رؤیا امّی

''میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ ماجدہ کے خوب کا مظہر ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید فرقان حمید میں چار جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و رسالت کے مقاصد و مناصب بیان فرمائے ہیں۔ سورۂ بقرہ کی ایک آیت اوپر گزری ہے جس میں فرمایا:

> ''اے ہمارے پروردگار ان لوگوں میں خود انہی میں سے ایک رسول بھیج، جو انہیں تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ (پاک) کرے۔''(۶)

سورۂ بقرہ ہی میں آگے چل کر دوسری جگہ ارشاد ہے:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ○ (۷)

> ''جس طرح ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو تمہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں ان باتوں کی تعلیم دیتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔''

تیسری آیت ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلاَلٍ مُّبِيْنٍO (۸)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا ان کے اندر انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان لوگوں کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور وہ ان کا تزکیہ کرتا ہے (پاک کرتا ہے) اور وہ ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بیشک یہ لوگ اس سے پہلے صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔''

چوتھی آیت میں فرمایا:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّيْنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ O(۹)

''وہ خدا ہی تو ہے جس نے ان لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور یہ لوگ پیغمبر کی بعثت سے پہلے کھلی گمراہی میں (پڑے ہوئے) تھے۔

ان آیات میں بعض الفاظ کی تقدیم وتاخیر کے ساتھ آپ ﷺ کی بعثت کے چار مقاصد بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن تیسری آیت کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت کو بطور احسان ذکر فرمایا ہے اور مؤخر الذکر دونوں آیات میں تزکیہ یعنی فکری تربیت کو تلاوت کتاب کے بعد فوراً بیان کیا گیا ہے جس سے فکری تربیت کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

آیات کی تلاوت میں الفاظ اور معانی دونوں شامل ہیں، دونوں کا نام قرآن ہے۔ مذکورہ آیات میں تلاوت اور تعلیم کتاب کو الگ الگ بیان کر کے یہ بتا دیا گیا کہ جس طرح قرآن کریم کے معانی سمجھنا اور اس کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرنا فرض اور اعلیٰ عبادت ہے اسی طرح اس کے الفاظ بھی مستقل مقصود اور عبادت ہیں۔ ان کی تلاوت وحفاظت فرض اور باعث ثواب عظیم ہے اور مسلمانوں کے نظام تعلیم کا حصہ ہے۔ اگر قرآن کریم کے معانی ومطالب کو قرآنی الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ یا کسی دوسری زبان میں لکھا جائے تو وہ قرآن کہلانے کا مستحق نہیں اگر چہ مضامین بالکل صحیح اور درست ہی ہوں۔ اگر کوئی شخص قرآن کریم کے معانی ومضامین کو دوسرے الفاظ کے ساتھ بدل کر نماز میں پڑھے تو اس کی نماز ادا نہیں ہوگی۔ اسی طرح قرآن کریم کی تلاوت کا وہ ثواب جو احادیث میں وارد ہوا ہے، وہ ترجمہ کی ہوئی زبان یا بدلے ہوئے الفاظ پر مرتب نہیں ہوگا۔ اسی لئے علماء کرام نے متن کے بغیر قرآن کریم کا صرف ترجمہ لکھنے اور چھاپنے کو ممنوع فرمایا۔ جس طرح قرآن کریم کے معانی ومطالب کی تعلیم رسول کے فرائض منصبی میں داخل ہے اسی طرح الفاظ کی تلاوت اور حفاظت بھی ایک مستقل فرض ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ جو قرآن کریم کے معانی کو سب سے زیادہ جانتے اور سمجھتے تھے، انہوں نے محض سمجھ لینے اور عمل کر لینے کو کافی نہیں جانا، کیونکہ سمجھنے اور عمل کرنے کے لئے تو ایک دفعہ پڑھ لینا کافی ہوتا، بلکہ انہوں نے تمام عمر قرآن کریم کی تلاوت کو جاری رکھا۔ بعض صحابہؓ تو روزانہ ایک قرآن مجید ختم کرتے تھے، بعض دو دن میں اور بعض تین دن میں ختم کرتے تھے۔ (۱۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعلیمی نظام رائج فرمایا، مقصد کے اعتبار سے وہ مندرجہ ذیل اجزاء پر مشتمل تھا:

۱۔ تلاوت یعنی قرآنی متن (ٹیکسٹ) کی تلاوت وتبلیغ

۲۔ فکری تربیت وتعمیر کردار یعنی تزکیہ نفس

۳۔ تعلیم کتاب یعنی قرآنی اصول وکلیات پر مبنی علوم وفنون کی تشکیل اور منتقلی،

۴۔ حکمت یعنی بصیرت، دانائی، فراست اور اصول وکلیات کا اطلاق،

یہ چار اجزاء آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بنیادی مقاصد میں شامل تھے۔ قرآن مجید میں چار مقامات پر ان اجزاء کو تھوڑے سے تغیر کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ان آیات کی روشنی میں ہمیں مقاصد تعلیم متعین کرنا ہونگے، تا کہ ہمارا طالب علم جب فارغ التحصیل ہو تو اسے قرآن کریم سے مکمل آگاہی حاصل ہونی چاہئے، اس کا دماغ فاسد افکار ونظریات (ڈارون ازم، فرائڈازم، سوشلزم، لادینی جمہوریت، مارکسزم وغیرہ) سے پاک ہونا چاہئے، یعنی فکری تربیت کامل درجہ کی ہو۔ اس کے اندر صالح اور درست افکار ونظریات کے بیج کاشت کرنے چاہئیں۔ یہی تزکیہ کا مقصود ومدعا ہے۔

ڈاکٹر حافظ محمد سلیم لکھتے ہیں: سیرت طیبہؐ کے حوالے سے تربیت کے تین مقاصد ہیں۔ ﴿۱﴾ تربیت باطنی، ﴿۲﴾ تربیت ظاہری، ﴿۳﴾ تربیت بذریعہ اصلاح عادات و اطوار (۱۱)

پروفیسر سید محمد سلیم لکھتے ہیں: واضح رہے اسلام کے نزدیک تعلیم وتربیت کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اس کے کئی اجزاء ہیں۔

۱۔ تدریسی کتابوں کے ذریعہ علم سکھانا۔

۲۔ تربیت گفتار، کردار اور اطوار کو علم کے مطابق استوار کرنا۔ افکار وتصورات کو اسلامی مزاج کے سانچے میں ڈھالنا۔

۳۔ تادیب: آداب زندگی اور اقدارِ حیات کی پابندی کرانا۔ نافرمانی پر سرزنش کرنا۔

۴۔ تدریب: علوم وفنون میں مشق ومہارت حاصل کرنا۔ نیک کرداری اور خوش گفتاری کی عادت ڈالنا۔

۵۔ تلقین: وعظ ونصیحت سے عوام الناس کو دین واخلاق کی تعلیم دینا۔

۶۔ امر بالمعروف: معاشرہ میں کوشش کرنا کہ نیکیوں کو فروغ ہو اور برائیاں ختم ہوں۔ ایک مسلمان ساری زندگی سیکھتا بھی رہتا ہے اور دوسروں کو سکھاتا بھی رہتا ہے۔ معلم

بھی بنا رہتا ہے اور متعلم بھی، ساری زندگی ایک درسگاہ ہے۔ (۱۲)

لیکن اسلامی تعلیمات میں تعلیم اگر جسم ہے تو تربیت اس کی روح ہے، اس لحاظ سے تربیت کے بغیر مثالی تعلیم کا تصور اور حصول مقصد ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مقاصد بعثت نبوی ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے: یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم (۱۳) کہہ کر نبوت کا فریضہ قرار دیا کہ تعلیم کے ساتھ طلبہ کی تربیت بھی کریں، آپ ﷺ معلم کے ساتھ مربی بھی تھے، تربیت کا لفظ اضافہ، اصلاح اور اہل بنانے کے معنی میں آتا ہے۔ (۱۴) بقول بیضاوی رحمہ اللہ علیہ کے معنی ہیں رفتہ رفتہ کمال تک پہنچانا۔ (۱۵) یہی امام راغب کی رائے ہے۔ (۱۶) لہٰذا تربیت کی جامع تعریف یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر جو فطرت سلیمہ اور متنوع استعداد ودیعت کی ہے اس کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق حفاظت کرنا اور اس میں رفتہ رفتہ اضافہ کرنا یہاں تک کہ وہ درجہ کمال تک پہنچ جائے۔

اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جس نے علم کے ساتھ اہل علم کو جو عزت بخشی ہے وہ اسی کا حصہ ہے قرآن کریم کی بے شمار آیات اور ذخیرۂ احادیث میرے دعویٰ کی صداقت کی گواہی دیں گی۔

جب حضرت محمد ﷺ پر چالیس سال کی عمر میں پہلی وحی اتری۔ اس بات کا کوئی پتا نہیں چلتا کہ نوعمری میں آپ نے لکھنے اور پڑھنے کے فن میں حصہ لیا ہو اس کے باوجود یہ کس قدر اثر انگیز واقعہ ہے کہ خدا کے پاس سے آپ کو جو سب سے پہلی وحی آئی، اس میں آپ کو اور آپ کے متبعین کو ''اقراء'' یعنی پڑھنے کا حکم تھا اور قلم کی ان الفاظ میں تعریف کی گئی تھی کہ جملہ انسانی علم اسی سے ہے۔

''پڑھ اپنے رب کے نام سے جو خالق ہے۔ جس نے انسان کو ایک جمے ہوئے قطرۂ خون سے پیدا کیا۔ پڑھ یہ تیرا بزرگ پروردگار ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے تعلیم دی اور انسان کو وہ چیز بتائی جسے وہ نہیں جانتا تھا'' (۱۷)

یہ امر نمایاں کیے جانے کے قابل ہے کہ قریب قریب وہ تمام آیتیں جن میں لکھنے

پڑھنے یا علم سیکھنے کا ذکر ہے، وہ مکی آیتیں ہیں۔ اس کے برخلاف مدنی آیتوں میں کام کرنے اور تعمیل کرنے پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

۱۔ کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے برابر ہو سکتے ہیں؟ (۱۸)

۲۔ تم کو علم سے تھوڑی مقدار دی گئی ہے۔ (۱۹)

۳۔ اللہ سے اس کے بندوں میں صرف عالم ہی ڈرتے ہیں۔ (۲۰)

۴۔ اور کہہ میرے آقا مجھے زیادہ علم عطا کر۔ (۲۱)

۵۔ تمہیں وہ چیز سکھائی گئی جو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے آباؤ اجداد (۲۲)

۶۔ اگر زمین کے تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندر سات دیگر سمندروں کے ساتھ سیاہی بن جائے تو بھی خدا کے کلمات ختم نہ ہوسکیں۔ (۲۳)

۷۔ قسم ہے پہاڑ کی اور قسم ہے ایک کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے ایک جھلی پر جو پھیلائی گئی ہے۔ (۲۴)

۸۔ قسم ہے دوات کی اور قلم کی اور اس چیز کی جو تم لکھتے ہو۔ (۲۵)

۹۔ اگر ہم نے تجھ پر ایک واقعی تحریری چیز کاغذ پر لکھی ہوئی بھیجی ہوتی۔ (۲۶)

۱۰۔ اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو علم والوں سے پوچھ لو۔ (۲۷)

کسی قوم میں پیغمبر کا مبعوث ہونا تعلیم کے سوا کسی اور غرض کے لیے نہیں ہوتا۔ چنانچہ فرمایا:

۱۱۔ (ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے دعا کی) اے ہمارے آقا ان کے پاس انہی میں سے ایک رسول بھیج جو انہیں تیری آیتیں سنائے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے، تو ہی طاقت ور اور عقل مند ہے۔ (۲۸)

۱۲۔ وہی ہے جس نے امیوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا تا کہ انہیں اس کی آیتیں سنائے ان کا تزکیہ کرے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے۔ اگر چہ اس سے پہلے وہ خالص گمراہی میں مبتلا تھے۔ (۲۹)

حقیقت میں تبلیغ اور تعلیم ایک ہی چیز ہیں۔ خاص کر ایسے شخص کے لیے جو مذہب وسیاست کو بالکل الگ اور ایک دوسرے سے آزاد چیزیں نہ سمجھتا ہو، معلم اول اللہ کی ذات ہے۔ (۳۰) جس نے علم کی بدولت حضرت آدم علیہ السلام کو دیگر مخلوقات پر فضیلت دی۔(۳۱) اسی فضیلت کی بدولت حضرت سلیمان علیہ السلام کے مصاحب نے بلقیس کے تخت کو پلک جھپکتے میں حاضر کر دیا۔ (۳۲) نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں بھیجے جانے کا مقصد تعلیم کتاب وحکمت کو قرار دیا گیا۔ (۳۳) اور واضح اعلان فرمادیا:

يَرْفَعُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتْ(۳۴)

جنہیں ایمان کی دولت کے ساتھ علم کی دولت بھی مل گئی ان کے درجات تو بہت ہی زیادہ بلند ہیں۔

مزید یہ کہ جاہل اور عالم کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ (۳۵) آپ ﷺ پر وحی کا آغاز ہی علم اور ذریعہ علم یعنی قلم کے ذریعہ کیا گیا۔ (۳۶) یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے معلم کے منصب کو نمایاں کرنے کے لئے فرمایا: اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً (۳۷) میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور علماء کو اپنا وارث قرار دیتے ہوئے اعلان کیا: اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ (۳۸) نہ عابد وارث ہیں نہ مالدار صرف علماء وارثین نبوت ہیں، معلم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضرت ابوذرؓ کو نصیحت کی:

يَا أَبَاذَرّ لَاَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تُصَلِّيَ مِائَةَ رَكْعَةً (۳۹)

اے ابوذر تمہارا کسی کو ایک قرآنی آیت کی تعلیم دینا ایک سو نفل نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے۔

ابودرداءؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ. (۴۰)

عالم کو عبادت کرنے والے پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جیسے چاند کو تمام ستاروں پر فضیلت حاصل ہے۔

حتی کہ علم کو مال سے بھی افضل قرار دیا گیا، بخاری کی روایت ہے: آپ ﷺ نے ایک نکاح میں مال کی جگہ قرآنی سورتوں کو مہر قرار دے کر نکاح کر دیا۔ (۴۱) جنگ بدر میں اسیرانِ بدر سے مال کے بدلہ تدریس کا فریضہ ادا کروا کے اسے مال کے قائم مقام کر دیا حالانکہ اس وقت مسلمانوں کو علم کے مقابلہ میں مال کی زیادہ ضرورت تھی، حضرت علیؓ کا قول ہے:

اَلْعِلْمُ خَيْرٌ مِنَ الْمَالِ اَلْعِلْمُ يَحْرُسُكَ وَأَنْتَ تَحْرُسُ الْمَالُ (۴۲)

علم مال سے بہتر ہے، علم تمہاری حفاظت کرتا ہے اور مال کی تمہیں حفاظت کرنی پڑتی ہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ سے منقول ہے علم اس خزانہ کی طرح ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ (۴۳) حضرت ابوالاسود ارشاد فرماتے ہیں:

لَيْسَ شَيْئٌ اَعَزُّ مِنَ الْعِلْمِ۔ اَلْملوكُ حُكَّامٌ عَلَى النَّاسِ وَالْعُلَمَاءُ حُكَّامُ عَلَى الْمُلوكِ.

علم سے زیادہ عزت والی کوئی چیز نہیں۔ حکمراں لوگوں پر حکومت کرتے ہیں اور اہل علم حکمرانوں پر حکومت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ ارشاد فرماتے ہیں:

خُيِّرَ سُليمان بن داؤد عَليهما السَّلامَ بَين العلمِ وَالمَال وَالمُلكِ، فَاختار العلم، فاعطى المالِ والملك معه (۴۴)

حضرت سلیمان بن داوٗد علیہما السلام کو علم، مال اور حکومت میں اختیار دیا گیا (کہ کسی ایک کو اپنے لئے پسند کریں)۔ تو (حضرت داوٗد علیہ السلام) نے علم کو پسند کیا۔ تو مال و حکومت بھی انہیں اس کے ساتھ دے دیا گیا۔ صحابہ کرامؓ اور دیگر سے مندرجہ بالا ارشادات سے اسلام

میں علم کی جو قدر و منزلت ہے اس کا کچھ اندازہ ہوتا ہے لیکن جو چیز اسلامی نقطہ نظر کو ایک امتیازی شان عطا کرتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیمی انقلاب کا اہم حصہ ہے وہ آپ کے تصورِ علم کی ہمہ گیری اور تربیت دینی و اخلاقی عناصر کی مقابلتاً زیادہ اہمیت و برتری ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

رضينا قسمة الجبار فينا، لنا العلم و للجهال مال لان المال يفنى عن قريب وان العلم باق لا يزال

ہم اللہ پاک کی اس تقسیم پر راضی ہیں کہ ہمیں علم ملا اور جاہلوں کو مال مل گیا۔ کیونکہ مال جلدی ختم ہو جائے گا مگر علم باقی رہے گا کہ اُسے زوال نہیں۔

مستشرقین کا اعتراف

مصر کے مشہور اخبار ایجپٹ (Egypt) میں ایک عیسائی عالم نے لکھا تھا: ہم عیسائیت اور اسلام کا مقابلہ کرتے ہیں تو ایک نمایاں فرق یہ نظر آتا ہے کہ عیسائی مذہب کے راستہ میں جب علوم وفنون آ گئے تو اس نے نہایت بے دردی کے ساتھ ان کو پامال کیا، لیکن اسلام نے خود علوم وفنون کی بنیادیں قائم کیں، اور عیسائیت و مجوسیت نے جن شائقینِ علوم کو شوقِ علم کے جرم میں جلاوطن کیا اسلام نے انہیں اپنے دامن میں پناہ دی، جس طرح عیسائیت علم و تمدّن کے میدان میں اسلام کے دوش بدوش نہیں چل سکتی اسی طرح اخلاقی حیثیت سے بھی اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ (۴۵) مشہور محقق و مذہبی مصنف موسیو لیبلی کا قول ڈاکٹر گستاولی بان نے اپنی کتاب ''تمدن عرب'' میں نقل کیا ہے: اسی قدر کہنا کافی ہے کہ وہ مسلمان قوم جس کو تعلیم دینے کا دعویٰ یورپ کر رہا ہے، فی الواقع وہ قوم ہے جس سے خود اسے سبق لینا چاہئے۔ (۴۶)

مقاصد بعثت یعنی تعلیم کتاب، تفہیم کتاب، حکمت و تربیت کو آپ ﷺ کے مقاصد بعثت میں شمار کیا گیا ہے۔ لیکن عہد حاضر میں نہ حکمت کا استعمال ہے نہ تربیت کا اہتمام حتی کہ تربیت پر لکھی جانے والی کتب بھی محدود دائرہ کی ترجمانی کرتی ہیں۔ موضوع کی اسی اہمیت کے

پیش نظر سیرت النبی ﷺ کا مذکورہ شمارہ مقاصد بعثت نبوی ﷺ کے عنوان سے پیش کیا جارہا ہے تاکہ ارباب حل وعقد کو اس جانب متوجہ کیا جاسکے۔ میرے سفر مصر کے دوران طویل قیام کے سبب مقالات ریویو کمیٹی کو تاخیر سے ارسال کئے گئے جوابات بھی تاخیر سے موصول ہوئے اور سفر کے سبب مصروفیات میں بھی اضافہ ہوگیا۔ دوروزہ قومی سیرت النبی ﷺ کے انعقاد کی مصروفیات کے سبب یہ سلسلہ آگے بھی جاری رہنے کا امکان ہے۔ جس کی وجہ سے ۲۰۱۱ء کے دونوں شمارے یکجا کردیئے گئے ہیں، یعنی شمارہ نمبر ۱۳۔۱۴/ یکجا شائع کئے جارہے ہیں۔

جنوری ۲۰۱۱ء کا شمارہ بھی انشاء اللہ سیرت النبی ﷺ نمبر ہوگا۔ ۲۰۰۵ء سے الحمدللہ اب تک سات عدد سیرت النبی ﷺ نمبر شائع ہوچکے ہیں، بعض شماروں کی ضخامت ساڑھے آٹھ سو صفحات تک پھیلی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے اس کوشش کو قبول فرمائے، مزید کاوشوں کی توفیق عطا فرمائے۔ ﴿آمین﴾

چیف ایڈیٹر

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

حواشی وحوالہ جات

۱۔ سورہ التین، آیت ۴
۲۔ قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، دیکھئے ذیل تفسیر التین.
۳۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۶
۴۔ پانی پتی، قاضی ثناء اللہ، تفسیر مظہری، ج ۱۰، ص ۲۹۷
۵۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۲۹
۶۔ ایضاً
۷۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۵۱
۸۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۶۴
۹۔ سورہ جمعہ، آیت ۲۔۳
۱۰۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، مطبوعہ ادارۃ المعارف، دارالعلوم کراچی، ج ۱، ص ۳۳۰

۱۱۔ محمد سلیم، ڈاکٹر حافظ۔ مقالہ عہد نبوی کا نظام تعلیم و تربیت بذیل سیرت رسول اور ملت اسلامیہ کے موجودہ مسائل لاہور، کاروان ادب اردو بازار ۱۹۸۹ء ص/ ۲۷۰

۱۲۔ محمد سلیم، پروفیسر سید۔ اسلامی تعلیم بنیادی تصورات و افکار ص/ ۸۰

۱۳۔ سورۂ آل عمران/ ۱۶۴،

۱۴۔ الخلاوری، عبدالرحمن اصول التربية الاسلامية وأساليبها في البيت والمدرسة والمجتمع دارالفكر دمشق سوريه ۱۹۸۳ء

۱۵۔ قاضی بیضاوی، انوار التنزیل واسرار التاویل المعروف بالتفسیر البیضاوی، ج/ ۱، دیکھئے ب کے ذیل میں۔

۱۶۔ اصفہانی، امام راغب، کتاب المفردات بذیل مادہ،

۱۷۔ سورہ العلق/ ۱۔۴

۱۸۔ سورہ زمر/ ۹

۱۹۔ سورہ بنی اسرائیل/ ۸۵

۲۰۔ سورہ فاطر/ ۲۸

۲۱۔ سورہ طٰہٰ/ ۱۱۴

۲۲۔ سورہ انعام/ ۹۲

۲۳۔ سورہ لقمان/ ۲۷

۲۴۔ سورہ طور/ ۱۔۳

۲۵۔ سورہ قلم/ ۱

۲۶۔ سورہ انعام/ ۷

۲۷۔ سورہ نحل/ ۴۳

۲۸۔ سورہ البقرۃ/ ۱۲۹

۲۹۔ سورہ جمعہ/ ۲

۳۰۔ سورہ البقرہ/ ۳۱،

۳۱۔ سورہ البقرہ/ ۳۱ اور ۳۳،

۳۲۔ سورہ النمل/ ۴۰، میں دعویٰ کے الفاظ ہیں۔ أَنَا آتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ

۳۳۔ تین مقامات پر مقاصد بعثت کی نشاندہی کی گئی ہے۔ پہلی سورۃ البقرۃ/ ۱۲۹، دوسری سورہ آل عمران/ ۱۶۴، تیسری سورہ الجمعۃ/ ۲ میں،

۳۴۔ سورۂ المجادلۃ/ ۱۱،

۳۵۔ سورۂ الزمر/ ۹،

۳۶۔ سورۂ العلق/ ۱۔۴،

۳۷۔ ابن ماجہ، ابوعبداللّٰہ محمد بن یزید سنن ابن ماجہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۳۹۵ھ، ج/ ۱،ص/۸۳، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم،

۳۸۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث صحیح سنن أبوداؤد محمد ناصرالدین البانی مکتبه التربیة العربیة لدول الخلیج ۱۴۰۹ھ، ج/ ۲،ص/۲۹۴ حدیث نمبر ۹۲، اور صحیح البخاری محمد بن اسماعیل بخاری،باب العمل قبل القول و العمل الصحیح، ج/ ۱،ص/۱۸۹،

۳۹۔ ابن ماجہ، ابوعبداللّٰہ محمد بن یزید سنن ابن ماجہ داراحیاء، التراث العربی بیروت ۱۳۹۵ھ حدیث نمبر ۲۱۹،

۴۰۔ ابوداؤد سلیمان بن اشعث صحیح سنن ابوداؤد البانی، ج/ ۲،ص/۲۹۴، حدیث ۹۲،

۴۱۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری بشرح صحیح البخاری دارالریان للتراث ۱۴۰۷ھ، ج ۱، حدیث ۱۴۳،

۴۲۔ غزالی، ابوحامد محمد بن محمد احیاء علوم الدین دارالمعرفة بیروت، ج/ ۱،ص/۱۷۔۱۸،

۴۳۔ موسوعة نضرة النعیم، مطبعة الفهد بن عبدالعزیز المملكة العربیة السعودیه ۱۹۹۱ء/ ج ۷، ص۲۹۷۶،

۴۴۔ غزالی، ابوحامد محمد بن محمد احیاء علوم الدین، ج ۱، ص/۱۴،

۴۵۔ آئینہ حقیقت نما،ص/۵۷،

۴۶۔ گستاولی بان، ڈاکٹر ،تمدن عرب ، مترجم مولوی ... علی بلگرامی، مطبوعہ مفید عام آگرہ ۱۸۹۶ء، ص ۲۱